عباس بن مصعب فرماتے ہیں :۔ [1]

"جمع ابن المبارک الحدیث والفقه والعربیه وایام الناس والشجاعة والسخا"

حضرت ابن المبارک نے حدیث، فقہ، عربی اور لوگوں کے ایام یعنی تاریخی احوال، شجاعت اور سخاوت کی جملہ خوبیاں باہم جمع کر رکھی تھیں ۔

خیرالدین زرکلی لکھتے ہیں :۔ [2]

"عبداللہ بن مبارک بن واضح الحنظلی بالولا والتمیمی المروزی أبوعبدالرحمٰن الحافظ شیخ الاسلام المجاهد والتاجر صاحب التصانیف والرحلات - أفنی عمره فی الاسفار حاجًا ومجاهدًا وتاجرًا وجمع الحدیث والفقه والعربیه وایام الناس والشجاعة والسخا"

عبداللہ بن مبارک ...۔ ایک مجاہد، تاجر اور ایسے مصنف تھے جنہوں نے کئی سفر کئے ۔ سفروں میں ہی آپ کی عمر گزری جو آپ کسی ضرورت جہاد اور تجارت کے لئے کرتے ۔ آپ نے حدیث، فقہ، عربی، تاریخ، شجاعت اور سخاوت کو باہم جمع کر دیا تھا ۔

امام نسائیؒ سے منقول ہے ۔ [3]

"ما نعلم فی عصر ابن المبارک اجل منه ولا اعلی ولا اجمع لکل خصله محمودة منه وقال جماعة من العلم اجتمع فی ابن المبارک العلم والفقیاء الحدیث والمعرفة بالرجال والشعر والادب والسخاء العبادة والورع"

ہمیں حضرت عبداللہ بن مبارک کے دور میں ان سے زیادہ عظیم المرتبت اور عظیم الشان فرد نظر نہیں آتا جس میں ہر نیک خصلت موجود ہو۔ اور

---

[1] خطیب بغداد : تاریخ : ۱۰ : ۱۵۵

[2] ابن حجر عسقلانی : تہذیب التہذیب : ۵ : ۳۸۷

[3] عبدالعزیز البدری : الاسلام بین العلماء والحکام : ۲۲۹ مطبوعہ مدینہ منورہ

اہل علم کی ایک اچھی خاصی تعداد کا کہنا ہے کہ آپ کے اندر علم، تقویٰ، حدیث، تاریخ (معرفت بالرجال) شعر، ادب، سخاوت، عبادت اور پرہیزگاری باہم جمع ہوگئی تھیں۔

ابن خلکان کا قول ہے:-

"هو الحافظ شیخ الاسلام المجاهد، التاجر صاحب التصانیف والرحلات جمع الحدیث والفقه والعربیة و ایام العرب و الشجاعة والسخا"

آپ حافظ اور مذہب اسلام کے ایک بڑے بزرگ، مجاہد، تاجر اور مصنف تھے جنہوں نے طویل سفر کئے۔ اور حدیث، فقہ، عربی ادب، تاریخ عرب، شجاعت اور سخاوت کو اپنے اندر جمع کر دیا تھا۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:-[1]

طلب العلم وروی روایة کثیرة وصنف کتبا کثیرة فی ابواب العلم وکان ثقة مامونا حجة کثیر الحدیث۔

آپ نے علم حاصل کیا۔ اور کثرت سے روایت کیا۔ آپ نے علم کے مختلف ابواب میں کتابیں لکھیں۔ آپ ایک ثقہ، قابل اعتبار اور کثرت حدیث کے ساتھ ساتھ قابل استدلال تھے۔

روایات بالا سے آپ کے علمی اسفار اور کثرت روایت کے ساتھ ساتھ آپ کی معتبر اور معتمد حیثیت سامنے آجاتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ ایک جید مورخ تھے جنہوں نے خود طویل مسافتوں کے بعد علم کو جمع کیا اور اسے صحیح دیانت داری کے ساتھ روایت کر دیا۔ آپ کی تاریخ کا تذکرہ، حافظ ابن ندیم، زرکلی اور اسماعیل بغدادی جیسے نامور اور مستند تذکرہ نگاروں نے کیا ہے۔ یہ کتاب مفقود ہے اس لئے مندرجات پر کلام نہیں کیا جا سکتا۔ (جاری ہے)

---

[1] ابن حجر: تہذیب التہذیب: ۵: ۳۸٦

بقیہ : درسِ قرآن

وہی ربط یہاں سورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور سورہ فتح میں ہے غزوہ بدر کی تمہید ہے سُورہ محمدؐ جو آج کل ہمارے زیرِ مطالعہ ہے اور یوم بدر کو اللہ تعالٰی نے یوم فرقان قرار دیا اور سورہ فتح تمہید ہے فتح مکہ کی لہٰذا صلح حدیبیہ کو اللہ عزوجل نے فتح مبین قرار دیا۔۔۔ میں نے آج صرف چند تمہیدی باتیں عرض کی ہیں - آج انہی پر اکتفا کیجیے۔ اگلی نشست سے ہم باقاعدہ درس کا آغاز کریں گے - ان شاء اللہ العزیز

بارک اللہ لی ولکم فی القرآن العظیم ونفعنی وایاکم بالآیٰت والذکر الحکیم -

وَاٰخِرُ دَعوَانَا اَنِ الحمد للہِ ربِّ العالمین

بقیہ : 'عبدیت کاملہ'

قرآن کریم میں الرسول مختلف صیغوں کے ساتھ حضورؐ کے لئے کئی سو مقام پر آیا ہے۔ اور شاہ صاحب نے پورے اہتمام سے ہر جگہ رسول کا ترجمہ رسول ہی کے لفظ سے کیا ہے -

دوسرے اربابِ تراجم کے ہاں فارسی کا لفظ پیغمبر ملتا ہے لیکن شاہ صاحب پیغمبر کے لفظ کو الرسول کے مفہوم کی ادائیگی کے لئے ناکافی سمجھتے ہیں۔

بعض اہلِ قلم حضرات الرسول کے ترجمہ میں قاصد اور ایلچی جیسے گھٹیا الفاظ استعمال کرتے ہیں جو رسول کے عربی لفظ کا لغوی مفہوم تو ہو سکتا ہے لیکن رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مقامِ نبوت و رسالت کی ترجمانی کی بجائے اس میں سوءِ ادب کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے ۔

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث نبوی آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لئے اشاعت کی جاتی ہیں - انکا احترام آپ پر فرض ہے - لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں انکو صحیح اسلامی طریقے کیمطابق بیحرمتی سے محفوظ رکھیں -

بسلسلہ "رسول اللہؐ اور آپؐ کی تعلیمات کے بارے میں مستشرقین کا اندازِ فکر"

رومن امپائر کا زوال اور طلوعِ مغرب

(محترم عبدالقادر جیلانی کے مقالے کی دوسری قسط)

مغرب کی تعریف

مغرب سے مراد یورپ کا وہ علاقہ ہے جو کیتھولک اور پروٹسٹنٹ عیسائیوں کے معاشرے پر مشتمل ہے۔ دوسرے الفاظ میں "مغرب" پاپا کے رُوحانی اقتدار کا خطہ ہے[1]"۔ مغرب جن ممالک پر مشتمل ہے وہ تمام کے تمام مغربی بحرِ رُوم کے شمال میں واقع ہیں۔ اس میں پرتگال، اسپین، فرانس، اطالیہ، جرمنی اور ان سے ملحق چھوٹے چھوٹے ممالک نیز جزائرِ برطانیہ شامل ہیں۔

عیسائیت سے قبل رومن امپائر سیاسی اور انتظامی ضروریات کے پیشِ نظر مشرقی اور مغربی خطوں میں منقسم تھی۔ یہ خطے علی الترتیب ایسٹرن امپائر اور ویسٹرن امپائر کہلاتے تھے۔ جب رومن امپائر میں مذہب عیسائیت رائج ہوا، تو ان ہی خطوں کے اعتبار سے منقسم ہو کر مشرقی عیسائیت (Eastern Christianity)

نوٹ :- مغرب کی تقسیم جغرافیائی اعتبار سے بھی کی جا سکتی ہے۔ بحرِ رُوم سسلی کے جنوب میں راس سوریلو (Cape Sorello) اور تیونس کی راس بولا (Cape Bone) کے درمیان اندازاً سو (۱۰۰) میل عریض آبی گذرگاہ بن جاتی ہے جس کے سبب اس کی تقسیم قدرتی طور پر مشرقی اور مغربی سمندروں میں ہو جاتی ہے۔ مشرقی بحرِ روم کے کنارے واقع ممالک مشرقی یورپ اور مغربی بحرِ روم کے ساحلی ممالک مغربی یورپ یا صرف مغرب کہلاتے ہیں۔

اور مغربی عیسائیت (Western Christianity) کہلایا۔

مغربی تہذیب ایامِ قدیم سے بحرِ روم کے یہ دونوں خطے مشرقی اور مغربی تہذیب کے گہوارے رہے ہیں۔ مشرق میں اگر یونانی تہذیب پروان چڑھی تو مغرب میں تہذیب پھلی پھولی۔ مغربی تہذیب نے خود کو رومی تہذیب کے آثار پر استوار کیا۔ رومن تہذیب کے بطن میں رومن چرچ نے پرورش پائی اور رومتہ الکبریٰ کے زوال کے بعد یہی رومن چرچ رومی تہذیب کا وارث ہوا۔ چرچ نے مغرب میں ایک نئے معاشرے کو جنم دیا جو مغربی معاشرہ کہلایا۔

"رومن امپائر"

رُوم کے معمار رومی تہذیب کے اولین معمار ایشیائے کوچک کے باشندے اتزسکن (Etruscans) تھے۔ انہوں نے شمالی اطالیہ پر قبضہ کیا۔ صنعتی اور تجارتی شہر بسائے۔ عظیم بحری قوت قائم کی۔ یونان اور کارتھیجیہ سے علاقے فتح کر کے اطالیہ میں شریک کئے۔ ڈھائی صدی حکمرانی کی اور ۴۷۴ء (قبلِ مسیح) میں پردۂ گمنامی میں چھپ گئے۔[1] اگرچہ کہ روم کی تہذیب ان ہی کی مرہونِ منّت ہے مگر مغرب اتزسکن دور کو اپنی تاریخ میں جگہ دینے کو تیار نہیں۔[2]

رومن امپائر کا قیام اتزسکن حکمرانوں کے بعد روم نے پانچویں صدی (قبلِ مسیح) میں رومن امپائر کا سنگِ بنیاد رکھا۔[3] تیسری صدی (قبلِ مسیح) تک رومن امپائر اس قدر مستحکم ہو چکی تھی کہ بیرونِ اطالیہ بسنے والی اقوام سے ٹکر لینے لگی۔ ۲۱۸ء (قبلِ مسیح) میں کارتھیجیہ کے ساتھ جنگیں شروع ہوئیں جو پیونک وار (Punic Wars) کہلاتی ہیں۔[4] ان جنگوں کا اختتام ۱۴۶ء (قبلِ مسیح) میں کارتھیجیہ کی مکمل تباہی پر ہوا۔ کارتھیجیہ

1. John Bowle . A New Outline of World History .
2. Ibid.
3. Encyclopaedia Britanica. Art Senate. P. 1087, Vol 15.
4. Jones, A.H.M. The Decline of the Ancient World, P. 10.

ایک عظیم سامی تہذیب تھی - یہ تجارتی اور صنعتی تہذیب جس کا بحرِ روم پر تسلط تھا، جس کے عظیم الشان شہر تھے، رومی نفرت کے سیلاب کی نذر ہو گئے -

رومن امپائر کی توسیع

کارتھیجینہ کی تباہی کے بعد روم، بحرِ روم کی عظیم ترین قوت بن گیا - یونان کی قوت و اقتدار کو جیسے جیسے زوال آتا گیا، روم اس کی جگہ لیتا گیا - سسلی اور سارڈینیہ کا الحاق پیونک وار سے قبل ۲۴۲ء (ق م) میں ہو چکا تھا - اسپین کو ۲۰۱ء (ق م) میں رومن امپائر کا صوبہ بنایا گیا - افریقیہ ۱۴۶ء (ق م) میں سقوطِ قرطاجنہ (کارتھیجینہ) کے بعد شریکِ سلطنت کیا گیا - مقدونیہ اور یونان بھی اسی سال روم کے زیرِ نگیں آئے -

ایشائے کوچک اور جنوبی گال ۱۱۸ء (قبل مسیح) میں فتح ہوئے - اسی سال شام پر فوج کشی کر کے شریکِ سلطنت کیا گیا ۶۳ تا ۶۶ء (قبل مسیح) آرمینیہ کی فتوحات ہوئیں - ۵۸ تا ۵۱ء (قبل مسیح) جولیس سیزر نے شمالی گال (فرانس) کو رومن امپائر کا جزو بنایا - آگسٹس نے مصر اور دریائے ڈینیوب کے علاقوں کو شریکِ سلطنت کیا اور آگسٹس کے عہد کے بعد اہم الحاق جزائر برطانیہ کا ہے جسے کلاڈئیس نے ۴۳ء میں فتح کیا اور ۹۹ء میں بالائی عراق کو فتح کر کے رومی سلطنت میں شریک کیا گیا -

اس طرح پہلی صدی عیسوی کے اختتام تک رومن امپائر دُنیا کی عظیم ترین سلطنت بن چکی تھی جو بحرِ روم سے ملحق تمام علاقوں پر مشتمل تھی -

سلطنت کی مشرقی اور مغربی خطوں میں تقسیم

شہنشاہ آگسٹس کا دورِ حکومت رومۃ الکبریٰ کے انتہائی عروج کا دور تھا - آئینی اعتبار سے شہنشاہ روم کو عوام اور سینیٹ نے چند قانونی اختیارات دیئے تھے[1] مگر عملاً رومی شہنشاہ مطلق العنان حکمران ہوتا - وہی رومن افواج کا سپہ سالار ہوتا - اسی کے نمائندے تمام صُوبوں پر حکومت کرتے - قانونی معاملات میں وہی اقتدارِ اعلیٰ تھا - سلطنت کا اعلیٰ

---

[1] تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیے -

1. Jones, A.H.M. -The Decline of the Ancient World

ترین جج بھی وہی تھا اور مملکت کے تمام مالی ادارے اور خزانے اسی کے اختیار
میں تھے ۔

رومی شہنشاہیت موروثی نہ تھی ۔ شہنشاہ کا انتخاب رائے شماری کے ذریعے
سینیٹ کرتی یہ انتخاب ہر شہنشاہ کے مرنے کے بعد ہوتا ۔ آگسٹس کے جمہوری آئین
مجریہ ۲۷ء (قبل مسیح) (Republican Constitution)[1] کی رو
سے شہنشاہ کے انتخاب کا حق صرف سینیٹ کو تھا[2] لیکن پہلی صدی عیسوی میں
فوج کا اثر اور اقتدار اس قدر بڑھ گیا کہ خود سینیٹ فوج کے زیر اثر ہوگئی ۔ چنانچہ
شہنشاہ کلاڈیس (Claudius, 14-54-A.D.) کی تخت نشینی کا اعلان فوج نے
کیا اور سینیٹ نے اس اعلان کی توثیق کی ۔ آہستہ آہستہ اس انتخاب نے وراثتی
جانشینی کی شکل اختیار کر لی چنانچہ پہلی صدی عیسوی کے بیشتر شہنشاہ آگسٹس
کے گھرانے کے لوگ تھے ۔

مسئلہ جانشینی

شہنشاہ کی جانشینی ایک ایسا مسئلہ تھی جس کے باعث
روم کو متعدد بار خانہ جنگیوں سے دوچار ہونا پڑا ۔ اس
مسئلے کو حل کرنے کے لئے رومی شہنشاہوں نے اپنی حیات میں ہی اپنے جانشینوں کو
اہم اختیارات تفویض کرنا شروع کر دیئے تاکہ آئندہ اقتدار سنبھالنے کی راہ ہموار ہو
جائے لیکن یہ طریقہ کار بھی مفید ثابت نہیں ہوا ۔ فوج اور سینیٹ اگر کسی شخصیت کے
انتخاب پر متفق نہ ہوتیں تو مختلف سپہ سالار اپنی اپنی افواج سے اپنی شہنشاہیت
کا اعلان کرا دیتے چنانچہ شہنشاہ وسپاسین (Vespasian) ۶۹ء میں
ایسی ہی خانہ جنگی کے بعد فاتح کی حیثیت سے ابھرا ۔

۹۶ء میں جب نروا[3] (Nerva) کو فوج اور سینیٹ نے شہنشاہ
منتخب کیا تو اس نے یہ طریقہ کار بنایا کہ ہر شہنشاہ اپنے بیٹے کو اپنا جانشین بنائے ۔ گویا یہ طریقہ کار
تقریباً ایک صدی رائج رہا لیکن خانہ جنگی کا سلسلہ بدستور قائم رہا اور جانشینی کا

---

1. Encyclopaedia Britanica, Republic Restitute, P. 1107, Vol. 15.
2. Jones, A.H.M. The Decline of the Ancient World, P. 12.
3. Chambers Encyclopaedia, P. 746, Vol. IX and P. 774 Vol. XI.

اختیار دوبارہ فوج نے لے لیا۔

رومن ایمپائر کی تقسیم مغرب مشرق

۲۸۴ء میں فوج نے ڈیوکلیشن (Diacietian) کو شہنشاہ منتخب کیا[1]۔ اس نے سلطنت کے استحکام کی خاطر رومن ایمپائر کو دو انتظامی خطوں میں تقسیم کر دیا۔ اس میں سے ایک مشرقی سلطنت روم (Eastern Roman Empire) اور دوسرا مغربی سلطنت روم (Western Roman Empire) کہلایا[2]۔ مشرقی سلطنتِ روم کا نظم و نسق اس نے خود سنبھالا اور مغربی سلطنت کی حکمرانی کے لئے میکیمین (Maximian) کو اپنا ہم منصب منتخب کرایا[3]۔ نیز ہر دو حکمرانوں کے ایک ایک معاون جنہیں قیصر کہا جاتا تھا منتخب کرائے تاکہ یہ نہ صرف اپنے علاقے کے شہنشاہ کے مددگار رہوں بلکہ ان کے جانشین بھی ہوں۔ یوں عملاً سلطنتِ روم دو حصوں میں بٹ گئی اور اس پر دو شاہانِ کبیر اور دو شاہانِ صغیر بیک وقت حکمران ہو گئے۔

ڈیوکلیشن نے ۳۰۵ء میں تخت سے دستبرداری اختیار کی تو ہر طرف آگسٹس (شاہ کبیر) اور قیصر (شاہ صغیر) اٹھ کھڑے ہوئے۔ ۳۰۶ء میں سات حکمرانوں کو آگسٹس ہونے کا دعویٰ تھا۔ ان میں سے شدید خانہ جنگی کے بعد قسطنطینِ اعظم (Constantine) شہنشاہ (آگسٹس)، اور لیسی نیئس (Licinius) نائب یا قیصر کی حیثیت سے ۳۱۳ء میں تخت نشیں ہوئے[4]۔

پائے تخت کی منتقلی

۳۲۴ء میں قسطنطین نے آتے ہی باسفورس کے شمالی ساحل پر ایک نئے شہر قسطنطنیہ کی بنیاد رکھی اور اسے اپنا پایۂ تخت بنایا[5]۔ رومن شہنشاہ کی روم سے قسطنطنیہ کی منتقلی اقتدار کی

1. Chambers Encyclopaedia, P. 777, Vol. XI.
2. Encyclopaedia Britanica, P. 1128, Vol. 15.
3. Jones, A.H.M. -Decline of the Ancient World, P. 29.
4. Ibid.
5. Gibbon Edward –The Decline and Fall of Roman Empire P. 140.

ملنقل کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ آہستہ آہستہ سلطنت میں مشرقی اور یونانی اثرات بڑھنے اور رومی اثرات کم ہونے لگے۔ مغرب اس صورت حال کو برداشت کرنے کو تیار نہ تھا کیونکہ رومن فاتح اور حکمران قوم تھے اور یونانی محکوم۔ ملکی معاملات میں جب مغرب کا عمل دخل کم ہونے لگا تو مغرب نے اپنے معاملات میں عنایت اختیار کی۔ مغربی شہنشاہ تقرّر سنیٹ خود کرنے لگی۔

مغرب سے بے اعتنائی

چوتھی صدی عیسوی (۳۶۲ء) میں ہن قوم نے یورپ پر حملہ کیا [1] دریائے ڈنیسٹر (Dniester) کے سواحل پر جرمن قوم "گوتھ" آباد تھی جو مشرقی اور مغربی ساحل کی مناسبت سے آسٹرو گوتھ اور ویزی گوتھ کہلاتی تھی۔ تاب مقاومت نہ پاکر آسٹرو گوتھ نے پسپا ہو کر مغربی ساحل کے علاقے میں پناہ لی۔ آسٹرو گوتھ کے دباؤ نے ویزی گوتھ کو اپنا علاقہ چھوڑنے اور دریائے ڈینیوب کو عبور کر کے مشرقی سلطنت روم کی حدود میں داخل ہونے پر مجبور کر دیا۔ ویزی گوتھ حکمران نے شہنشاہ روم سے مملکت روم میں داخلے کا حق طلب کیا۔ یہ سب کچھ اس سرعت اور افراتفری کے عالم میں ہوا کہ شہنشاہ کو مصلحت اسی میں نظر آئی کہ داخلے کی اجازت دے دے کیونکہ رومن افواج سلطنت کے دور دراز صوبوں میں پھیلی ہوئی تھیں اور دریائے ڈینیوب پر متعین فوج کے لئے ویزی گوتھ سے مدافعت ممکن نہ تھی۔ جلد ہی یہ جرمن قوم سلطنت روم کے لئے دردِ سر بن گئی۔ نہ یہ کسی شہر یا علاقے میں بسائے جا سکتے تھے نہ ان کو منتشر کیا جا سکتا تھا۔ نہ یہ شہنشاہ کے احکام کے پابند تھے نہ ہی رومی تہذیب و تمدن سے آشنا۔ مذہباً پوری قوم بت پرست تھی اور فطرتاً جنگجو۔ شہنشاہ نے اس جرمن قوم کے حکمران کو "رومن جنرل" کا خطاب بخشا تاکہ وہ اپنی قوم کا بادشاہ بھی رہ سکے اور شہنشاہ کے تابع بھی۔ چھ سال نہ گزرے تھے کہ ۳۷۸ء میں اس بیرونی قوم نے اپنے لئے ایک پسندیدہ علاقے کا مطالبہ کرتے ہوئے بغاوت کر دی۔

اس زمانے میں آرکیڈیس (Arcadius) مشرقی سلطنت روم کا شہنشاہ تھا اور اس کا بھائی ہونوریس (Honorius)۔ مغربی سلطنت کا قیصر تھا۔ ان دونوں کے درمیان "ایلیرا" (Illyra) کا علاقہ متنازعہ تھا اور